مولانا رحمت اللہ اعظمیؒ

حیات و خدمات

حبیب الرحمٰن الاعظمی ابراہیم پوری

فاضل دار العلوم دیوبند

استاذ حدیث جامعہ عربیہ احیاء العلوم، مبارکپور ضلع اعظم گڑھ

زیر اہتمام

تحریک دین وسنت، محمد آباد گوہنہ/ مئو (یوپی)

إِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ

ابراہیم پور ضلع اعظم گڑھ کے بزرگ عالم دین، فقیہ العصر مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب مبارکپوریؒ کے تربیت یافتہ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے شاگرد رشید: حضرت اقدس مولانا رحمت اللہ صاحب اعظمی ابراہیم پوری نور اللہ مرقدہ کی داستان قبول اسلام، تعلیمی وتدریسی خدمات اور دیگر سوانحی حالات کا جامع ومختصر تذکرہ

مولانا رحمت اللہ اعظمیؒ

حیات وخدمات

از قلم

حبیب الرحمٰن الاعظمی ابراہیم پوری

فاضل دارالعلوم دیوبند

ملنے کا پتہ:

کاشانۂ رحمت، محلّہ دکھن، ابراہیم پور، ضلع اعظم گڑھ

موبائل نمبر: 8090707844

فہرست عناوین

کلمات تحسین

از: مفسر قرآن، حامئ سنت مولانا مفتی وصی الرحمٰن صاحب قاسمی محمد آبادی زید مجدہ
استاذِ حدیث وفقہ جامعۃ الزاہدات اتراری خیرآباد/مئو

اپنے گذرے ہوئے لوگوں خصوصاً علماء امت اور بزرگان دین کے تذکرے کی ہمیشہ بڑی اہمیت رہی ہے اور ایسے مخصوص اور چنیدہ شخصیات کے حالات کو عوام الناس کے سامنے لانے کے بہت سے فوائد ہیں اور "**اذکرو محاسن موتاکم**" پر عمل بھی ہے۔

اسلام نے اپنے گذرے ہوئے لوگوں کے حسن ذکر کا حکم دیا ہے، اللہ والوں اور علماء امت کا ذکر خیر کرنے سے پڑھنے اور سننے والے کے قلوب پر اچھا نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ پڑھنے اور سننے والے کے دل میں ان اچھائیوں کو خود اپنی زندگی میں اتارنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، اسی سنت کو زندہ کرتے ہوئے رفیق محترم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی نے بڑی ذمہ داری سے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے، اور بڑی جاں فشانی اور تندھی سے کام بھی کر رہے ہیں، جیسے اپنے نانا جان محسن ملت حضرت اقدس مولانا عبدالکریم صاحب اعظمیؒ کا سوانحی تذکرہ اور تذکرہ مولانا محمد منیر اعظمیؒ کو بھی بڑی عرق ریزی سے تالیف کیا ہے، جو ابراہیم پور اعظم گڈھ کی بڑی علمی اور بزرگ شخصیات گذری ہیں، مؤلف موصوف کی اور بھی مختلف کتب منظر عام پر آچکی ہیں، جو قابل استفادہ ہیں، زیر نظر کتاب جو مؤلف موصوف کے بزرگ والد محترم حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب مظاہریؒ کے مختصر حالات زندگی پر مشتمل ہے، جس میں انھوں نے اپنے والد مکرم کے قبول اسلام کی پوری داستان قلم بند کردی ہے، اسلام لانے سے پہلے اور بعد کے حالات کا عمدہ تذکرہ کر کے کتاب کی اہمیت پر چار چاند لگا دیا ہے اور عظیم

بزرگ باپ کے عظیم بیٹا ہونے کا حق ادا کر دیا، جس سے ان کی زندگی کا گوشہ گوشہ محفوظ ہو گیا، جو بعد میں آنے والی نسل کے لیے سامان عبرت بھی ہے۔

الحمد للہ مجھے بھی مؤلف موصوف کے والد مکرم سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے، ان کی متانت وسنجیدگی اور نرم گفتگو اور نیک دلی نے مجھے بھی ان کا گرویدہ بنا دیا، اور میں نے دیکھا کہ حضرت والاؒ دنیا کے جھمیلوں سے دور رہ کر اپنی عبادت وبندگی میں ہمہ تن مصروف رہا کرتے تھے، اور اپنے اساتذہ اور قرب وجوار کے بڑے بڑے علماء کی بڑی قدر کرتے تھے اور وقت کے جید علماء نے بھی ان کو اپنی خاص توجہ سے نوازا تھا، جس سے ان کی علمی اور عملی زندگی اور مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔

مؤلف موصوف نے اپنے والد مکرم کے تذکرے کو کتابی شکل دے کر ایک بہت ہی عمدہ کام کیا ہے۔

عوام الناس کو بزرگ شخصیات کے تذکرے کو پڑھنا چاہیے، اس سے اپنی زندگی پر اچھا اثر پڑتا ہے اور طبیعت نیکی کی طرف مائل ہوتی ہے اور اللہ والوں سے قرب نصیب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کی اس کتاب کو دیگر کتابوں کی طرح قبولیت عامہ نصیب فرمائے اور زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت کا موقع عطا فرمائے۔ آمین

وصی الرحمٰن قاسمی محمد آبادی
۲۷/صفر۱۴۴۲ھ بروز جمعرات

پیش لفظ

والد گرامی حضرت اقدس مولانا رحمت اللہ صاحب اعظمی ابراہیم پوریؒ کی یہ مختصر سوانح در اصل ''تذکرۂ مولانا رحمت اللہ اعظمی'' کی تلخیص ہے، جسے راقم نے ''تذکرۂ علماء ابراہیم پور'' میں شامل کرنے کے لیے اختصار کے ساتھ لکھنا شروع کیا تھا، اولاً ارادہ تھا کہ ۳-۴ صفحات میں اکثر سوانحی نقوش (قبول اسلام، حصول تعلیم اور تدریسی خدمات وغیرہ) آجائیں گے، لیکن جب ''تذکرۂ مولانا رحمت اللہ اعظمی'' کے مسودہ کو سامنے رکھ کر یہ مقالہ لکھنا شروع کیا تو ایک نشست میں بارہ صفحات اور دوسری نشست میں کل بیس صفحات (اے فور A4 کاغذ پر) تحریر ہو گئے، تکمیل کے بعد نظر ثانی کرتے وقت خیال آیا کہ جب تک ''تذکرۂ مولانا رحمت اللہ اعظمی'' طبع نہیں ہو رہی ہے، اس کی یہ تلخیص ہی مختصر رسالہ کی صورت میں منظر عام پر آجائے، جس میں اکثر حالات وخدمات اختصار کے ساتھ آہی گئے ہیں، تاکہ آپ کے محبین ومتعلقین اور واقف کاروں کے لیے آپ کے ذکر خیر کے بقاء کا ذریعہ ہو، پھر حسب توفیق، تذکرۂ مولانا رحمت اللہ اعظمی بھی جلد ہی طبع ہوگی، جو اپنے عنوانات ومضامین کے اعتبار سے مفصل بھی ہے اور مطوّل بھی، اور ''تذکرۂ علماء ابراہیم پور'' بھی مکمل ہو کر مسودہ کی صورت میں موجود ہے، خدا کرے ان کی طباعت واشاعت کی کوئی سبیل ہو جائے۔

والد گرامی مولانا رحمت اللہ صاحب اعظمی ابراہیم پوری کی شخصیت یوں تو ابراہیم پور، مبارکپور اور اطراف کے لیے کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، کیوں کہ ان کے قبول اسلام کا واقعہ اور احیاء العلوم مبارکپور میں ان کی طویل تعلیم وتدریس سے سبھی لوگ واقف ہیں اور اس اطراف میں ان کے بے شمار شاگرد، متعلقین ومحبین اور واقف کار موجود ہیں، جو اُن کے زہد وتقویٰ، ان کے صبر وقناعت، ان کی عبادت وتلاوت اور ان کے حسن اخلاق وکردار، ان کے علم وعمل، ان کی تواضع وعاجزی، ان کے اخلاص ومحبت، ان کی عظمت ورفعت اور قدر ومنزلت سے بخوبی واقف ہیں، اور ان کے اوصاف وکمالات کے بیان میں رطب اللسان ہیں۔

واقعی مولانا رحمت اللہ صاحب ایک عابد وزاہد شخص تھے، جن کی زبان پر ہمیشہ آخرت کے تذکرے رہا کرتے تھے، شہرت وناموری سے کوسوں دور، ریا ودکھلاوے سے کنارہ کش رہنے والے تھے، اپنے اساتذہ سے محبت کرنے والے، اکابر دیوبند سے عقیدت رکھنے والے تھے، وہ بے ضرر انسان تھے، عبادات میں استغراق کے ساتھ معاملات میں بھی صاف تھے، صادق القول یعنی بات کے سچے اور وعدہ کے پکے تھے، وہ ہمیشہ دینی کاموں میں لگے رہتے تھے، دین ہی ان کی زندگی تھا، وہ زندہ تھے دین کے لیے، ان کی زندگی دین کے لیے وقف تھی، وہ جانتے تھے کہ زندگی بندگی کے لیے ہے، انھوں نے مقصد تخلیق کو ہمیشہ پیش نظر رکھا، ''**وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون**''، ہمیشہ ان کی زبان پر رہی، اور یہی ان کا عمل بھی رہا، وہ قرآن پڑھتے، قرآن کے معانی کو سمجھتے اور غور وفکر کرتے، تدبر قرآن ان کی زندگی تھا، قرآن نے ہی ان کو زندگی دی تھی، وہ قرآن کے عاشق تھے، قرآن پڑھتے تو ان کا دل روتا تھا اور ظاہری آنکھوں سے بھی اشک رواں ہو جاتے تھے۔

وہ قرآن کا بہت ادب کرتے، عزت سے اس کو رکھتے، اس کی مستقل صبح وشام خوب خوب تلاوت کرتے، قرآن اس قدر پڑھتے کہ ہم دیکھنے والے دیکھتے رہتے، وہ

قرآن کو پڑھتے ہوئے اس کی تفسیر بھی کرتے، ترجمہ لوگوں کو بتلاتے، سمجھاتے، اور قرآن کے پیغام کو عام لوگوں تک پہونچاتے، وہ قرآن پر عمل کرنے والے تھے، قرآن کے مطابق زندگی بسر کرنے والے تھے، قرآن ان کی زندگی کا جز ولاینفک تھا، اور مستقل تلاوت ان کی فطرت۔

وہ قرآن پڑھتے ہوئے خود بھی روتے تھے اور دوسروں کو بھی رلا دیتے تھے، ان کی باتوں میں اثر تھا، قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے وہ جنت کی آنکھوں دیکھی سیر کرتے تھے، جنت کے خوبصورت مناظر اور وہاں کی نعمتیں ان کی نگاہوں کے سامنے رہا کرتی تھیں، حسب موقع وہ وعظ بھی کہتے تھے، ان کے وعظ مختصر لیکن بلیغ ہوا کرتے تھے، قرآنی آیات سے معمور ہوا کرتے تھے، دین کی تڑپ اور فکر کے ساتھ بولتے تھے، امت کی خیرخواہی کی باتیں بیان کرتے تھے، سیدھے سادے انداز میں، عام فہم طریقے سے اپنی بات کہتے تھے، نہ تقریر نہ تقریر کی سحر آفرینی، نہ خطابت نہ خطابت کی لن ترانیاں، ان کے وعظ عبرت ونصیحت کی باتوں سے پُر ہوا کرتے تھے، آخرت کی یاد تازہ ہوجاتی تھی، جامع مسجد مبارکپور میں وہ عموماً ہر سوموار کو شب گذاری کرتے، جہاں تبلیغی جماعت کا ہفتہ واری اجتماع ہوتا ہے، کبھی کبھی اس میں بھی آپ کا بیان ہوا ہے، اسی طرح خیرآباد کی جامع مسجد (مرکز) میں بھی پہلے، جمعرات کو شب گذاری کیا کرتے تھے، وہاں بھی اراکین جماعت کے حکم پر کبھی کبھی بیان کرتے تھے، اسی طرح ہمارے محلّہ کی جامع مسجد دکھن محلّہ میں بھی گشت کے بعد، کبھی دوسرے اوقات میں آپ کا دینی واصلاحی بیان ہوتا تھا، ایک مرتبہ راقم نے بھی آپ کا ایک بیان سنا ہے، جو آپ نے ہماری جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد دیا، اس میں آپ نے لوگوں کو موت، قبر وحشر، آخرت اور جنت وجہنم کی باتیں بتائیں، اور دین کے مطابق زندگی گذارنے کی ترغیب دلائی۔

وہ ایک بزرگ عالم دین تھے، مرد حق آگاہ تھے، صلاح وتقویٰ ان کی پہچان تھی،

وہ واقعی زاہد تھے، دنیا سے بیزار اور آخرت کے طلب گار تھے، "**کن فی الدنیا کأنك غریب أو عابری سبیل وعدّ نفسك من أهل القبور**" (مشکوٰۃ: ص ۴۵۰، باب الأمل والحرص) کے وہ مصداق تھے۔ (دنیا میں ایسے رہو جیسے اجنبی یا مسافر، اور اپنے آپ کو قبر والوں میں سمجھو)

ان کا نام بھی رحمت اللہ تھا، اللہ کی ان پر رحمتیں ہوں، ان کی قبر پر رحمتیں ہوں، وہ اللہ کی رحمت وجنت کے مستحق بنیں، اور "**أولئك الذين أنعم الله عليهم**" کے مطابق مقربین وصالحین بندوں میں شامل ہوکر اللہ کے انعامات کے مستحق بنیں، "**ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون**" کے مطابق زمرۂ اولیاء واتقیاء میں محشور ہوں، ان کو روز محشر کی دشواریوں کا نہ خوف ہو، نہ قیامت کی سختیوں کا کوئی ڈر ہو، "**إن رحمت الله قريب من المحسنين.**" یقیناً اللہ کی رحمت، بھلائی کرنے والوں کے قریب ہے۔

عفو ومغفرت کا قلم ان کے گناہوں کو مٹا دے، رحمت کے ابر کرم ان کے سیئات کو دھل دیں، اور وہ اللہ کے لطف اور اس کے فضل خاص کے مستحق بن جائیں۔ آمین

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

اسلاف کے حالات اور بزرگوں کے واقعات کو ذکر کرنا امت کے اساطین علم وفن کا ہر عہد میں معمول رہا ہے، اور یہی عمل امت کو اپنے اسلاف سے جوڑے ہوئے ہے، علم الحدیث میں "فن اسماء الرجال" کی عظمت واہمیت سے ہر باشعور واقف ہے۔

اپنے اسلاف کے حالات کو ذکر کرنا اور اکابر کے مستند واقعات کو بیان کرنا امت کے لیے موجب خیر وسعادت بھی ہے اور محرک عمل بھی، واقعی اولیاء اللہ کے ارشادات اور ان کے واقعات میں اللہ نے عجب تأثیر رکھی ہے، جن سے دلوں کی کایا

پلٹ جاتی ہے، ان کے واقعات سن کر عبرت ونصیحت حاصل ہوتی ہے، زندگی کا رخ صراطِ مستقیم کی طرف مڑ جاتا ہے، گناہوں سے توبہ اور نیک اعمال کی توفیق مل جاتی ہے، اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اس لیے ہر دور میں ان کی عظمت واہمیت مسلم بھی ہے اور معمول بہا بھی۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ''تذکرۂ مولانا رحمت اللہ اعظمی'' بھی ہے، یہ رسالہ جس کی تلخیص ہے، اسلاف واکابر کی بہت ساری سوانحی کتابیں ہیں، علماء کے تذکرے پر بھی بے شمار کتابیں ہیں، ہندوستان میں بھی اس موضوع پر بہت حد تک کام ہوا ہے، جو دیارِ مشرق میں گرچہ قلیل سہی، لیکن جو کچھ ہے، ان سے بہت حد تک تاریخی حالات اور واقعات کو جاننے میں مدد ملتی ہے، بہت سے تذکرے مختصر بھی ہیں اور بہت سے مفصل بھی، بعض کسی ایک شخصیت کے نام پر ہیں اور بعض کسی خاص علاقہ، بستی یا کسی خاص نسبت پر مرتب کیے گئے ہیں۔

تذکرہ نگاری ایک مشکل فن ہے جو اکثر عوام بل کہ بعض خواص واہل علم کے لیے بھی خشک موضوع ہے، مگر جس کو اس کا لطف مل جائے اور دل چسپی ہو جائے، اس کے لیے کیا کہنا، اور مستند حالات کا جمع کرنا ایک دشوار گذار عمل ہے، اس راہ سے گذرنے کا جسے اتفاق ہوا ہے، وہی اس کی مشکلات کو سمجھ سکتا ہے، خاص طور سے جب معلومات ناپید ہوں، اور حالات سے مکمل آگاہی نہ ہو سکے، یا کوئی بتلانے والا نہ ملے، بہت حد تک اس میں لاپرواہی بھی ہوتی ہے، اور اہل علم کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان کے علوم ومعارف کے اگر قدرداں نہ رہے تو ان کا نام بھی مٹ جاتا ہے اور ان کے کارنامے بھی بعد والوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں، یہ ایک تلخ حقیقت ہے، اور بہت سارے تذکرہ نگاروں نے اسے اپنے دردِ دل کے بطور ذکر کیا ہے، ''تذکرۂ علماء ابراہیم پور'' کی ترتیب میں مجھے بھی اس کا ادراک واحساس ہوا ہے۔

بہر حال یہ مختصر سوانح بنام ''مولانا رحمت اللہ اعظمی: حیات وخدمات'' آپ کے

سامنے ہے، تفصیلی حالات وخدمات اور جزئیات ومتعلقات ''تذکرۂ مولانا رحمت اللہ اعظمی'' میں مذکور ہیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی اس کی طباعت واشاعت کی کوشش بھی ہے۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی ابراہیم پوری
فاضل دارالعلوم دیوبند
استاذ تفسیر وحدیث جامعۃ الزاہدات، جامعہ نگر، اتراری خیرآباد/مئو
۱۴/صفر ۱۴۴۲ھ مطابق ۲/اکتوبر ۲۰۲۰ء
شب جمعہ ایک بج کر ۵۰/منٹ
کاشانۂ رحمت، محلّہ دکھن ابراہیم پور، اعظم گڑھ

مولانا رحمت اللہ صاحب اعظمی مظاہری

حیات وخدمات

ولادت:۱۹۴۰ء = وفات:۲۰۱۷ء

قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ سے جانب مشرق پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ''ابراہیم پور'' کے نام سے ایک معروف ومشہور بستی ہے، جسے کئی علماء کرام اور بزرگانِ دین کے مولد وموطن اور جائے قیام ہونے کا شرف حاصل ہے، یہ بستی اپنی دینی وعلمی خدمات، سماجی کارناموں، تہذیب وثقافت اور صنعتی کاموں کی وجہ سے مبارک پور کا ہی ایک مضافاتی حصہ تصور کی جاتی ہے۔

اس بستی کو مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوری ثم الہ آبادیؒ (متوفی ۱۳۸۷ھ) کے تلمیذ وخلیفۂ مجاز محی السنہ حضرت اقدس مولانا محمد منیر صاحب اعظمیؒ بن حافظ علیم اللہ صاحبؒ (متوفی:۱۳۹۲ھ-۱۹۷۲ء) بانی مدرسہ عربیہ فیض العلوم ابراہیم پور، اور محسن ملت حضرت اقدس الحاج مولانا عبدالکریم صاحب اعظمیؒ بن حاجی محمد ضمیر صاحبؒ (متوفی:۱۴۳۲ھ-۲۰۱۰ء) بانی مدرسہ دارالعلوم نعمانیہ نبگرام، بیربھوم مغربی بنگال، اور نامور ادیب وشاعر حضرت مولانا علامہ محمد عمر سیفی اعظمی بن حاجی رفیع

احمد صاحب (متوفی:۱۴۲۳ھ-۲۰۰۲ء) سابق استاذ جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور ودیگر اہل علم وفن کے مولد وموطن ہونے کا فخر حاصل ہے، جن کی گوناگوں خدمات اور روشن کارنامے آج بھی ملک وملت کے لیے نفع بخش ہیں، اور امت مسلمہ ان کے علمی ودینی فیضان سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ (ابراہیم پور ضلع اعظم گڑھ کی تاریخ اور وہاں کے اہل علم وفضل کے حالات وخدمات سے واقفیت کے لیے ''تذکرۂ علماء ابراہیم پور'' ملاحظہ ہو)

اسی قریۂ علم ودانش ابراہیم پور کے ایک مشہور ولی صفت، عابد وزاہد بزرگ عالم دین حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب اعظمیؒ بن شیخ عبداللہ صاحبؒ تھے، جو جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور کے قدیم فیض یافتہ اور فقیہ العصر حضرت اقدس مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب مبارک پوریؒ (متوفی:۱۴۰۴ھ-۱۹۸۳ء) سابق مفتی وصدر المدرسین جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور کے خادم خاص اور خصوصی تربیت یافتہ تھے، اور جن کو حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ (متوفی:۱۴۰۲ھ) سے مظاہر علوم سہارن پور میں مکمل بخاری شریف پڑھنے اور آپؒ کی صحبت کیمیاء سے فیض حاصل کرنے کی سعادت بھی میسر رہی ہے۔ **فالحمد للّٰہ علی ذلك.**

والد گرامی حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب اعظمیؒ کی برگزیدہ ہستی ایسی عظیم ہے، جن کو الحمدللہ عوام وخواص کے ہر حلقہ اور ہر طبقہ میں یکساں مقبولیت حاصل ہے، زندگی میں بھی ان کی ذات ہمیشہ اختلاف ونزاع سے پاک رہی، اور بعد وفات بھی لوگ ان کا نام ادب واحترام سے لیتے ہیں، اور ان کی عظمت وبزرگی کی گواہی دیتے ہیں۔

یقیناً مولانا رحمت اللہ صاحب کی ذات، گوناگوں خصوصیات اور مختلف النوع عمدہ صفات وکمالات کی حامل تھی، موصوف اپنے تقویٰ وطہارت، جہد مسلسل، فکر آخرت، کثرت عبادت، حسن اخلاق، بلندئ کردار، حسن سیرت اور بہترین خصلتوں اور خوبیوں کے ساتھ اپنی طویل دینی وعلمی خدمات، تدریسی کارناموں اور اپنے ہزاروں

شاگردوں کے سبب ابراہیم پور ضلع اعظم گڑھ کے بزرگ علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔

موضع ابراہیم پور، موضع سریّاں حلقہ مبارک پور، محلّہ پورہ دلہن مبارکپور، موضع ماہ پور، کرہاں اور محمدآباد گوہنہ ضلع مئوسمیت اطراف وجوانب میں آپ سے پڑھے ہوئے طلبہ وطالبات، اور فیض یافتہ شاگردوں کی ایک کثیر تعداد ہے، جن میں بیشتر ملک وبیرون ملک دینی وعلمی، ملی وسماجی خدمات انجام دے رہے ہیں، اور آپ کے لیے بہترین صدقۂ جاریہ ثابت ہورہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی تمام دینی خدمات کو قبول فرمائے۔آمین

ذیل میں آپؒ کی حیات وخدمات اور دیگر سوانحی نقوش کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا جارہا ہے، آپ کے تفصیلی حالات وخدمات کے لیے راقم کی کتاب: ''تذکرۂ مولانا رحمت اللہ اعظمیؒ'' ملاحظہ کیجیے۔

ولادت اور ابتدائی حالات

ضلع اعظم گڑھ کے مشہور قصبہ جینؔ پور سے جانب مغرب مسلمانوں کی ایک چھوٹی مگر قدیم بستی ''خالص پور'' ہے، یہاں کے لوگ عموماً زمیں دار، کاشت کار اور فوجی ہیں، پرانے زمانے کی بوسیدہ عمارتیں یہاں اپنی داستان پارینہ بیان کرتی نظر آتی ہیں، اس بستی سے جانب شمال کچھ فاصلے پر غیر مسلموں کی مختصر آبادی ہے، ۱۹۴۰ء کے حدود میں اسی جگہ ایک مذہبی ہندو گھرانے میں ''پونم واسی بن تال'' کے یہاں آپ کی ولادت ہوئی، آپ کا نام ''رگھبیر'' رکھا گیا، آپ نے بچپن میں یہیں نشو ونما پائی، اور قبول اسلام سے پہلے یہی علاقہ آپ کا جائے سکونت تھا۔

بچپن کی زندگی آپ نے عام بچوں کی طرح بسر کی، مگر فطرت کی سادگی اور دل کی نیکی کے سبب کھیل تماشوں سے آپ کو زیادہ لگاؤ نہ تھا، بل کہ آپ اپنا زیادہ وقت گھر رہ کر ماں باپ کی خدمت، گھر کے کام کاج اور کھیت پر اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ

گزارتے، اس وقت لکھنے پڑھنے کا بھی عام رواج نہ تھا، اور یوں بھی دیہاتوں میں کوئی چند لوگ ہی پڑھے لکھے ہوا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود آپ کے دل میں بچپن سے ہی علم حاصل کرنے کا شوق اور ولولہ تھا، اسی شوق نے آپ کو قرآن سے قریب کردیا، اور جب جین پور یا قریب کے علاقوں میں کوئی دینی واصلاحی جلسہ ہوتا تو آپ اپنے کاموں سے فارغ ہوکر چوری چھپے رات کو جلسہ سننے جایا کرتے تھے، اور علماء کرام کے بیانات کو بغور سنا کرتے تھے۔

گھر کی معاشی حالت ٹھیک نہ ہونے کے سبب آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو خالص پور میں اپنے ایک مسلمان دوست ''صفدر خان'' کے یہاں ملازمت پر لگادیا، جہاں رہ کر آپ ان کے گھر اور کھیت کے کام کیا کرتے، اسی جگہ قیام کے دوران آپ کے دل میں تلاشِ حق کا جذبہ پیدا ہوا، جو ایک عرصہ کی محنت ومشقت کے بعد قبول اسلام کی صورت میں ظاہر ہوا۔

آپ نے بچپن میں ہی دین حق اور صراط مستقیم کی تلاش شروع کردی تھی، جب آپ نے دیکھا کہ ہندو مذہب میں مرنے کے بعد آگ میں جلا دیتے ہیں، یا دریا میں ڈال دیتے ہیں، اور مسلمانوں میں جب کوئی مرتا ہے تو اسے عزت واحترام کے ساتھ کفن میں لپیٹ کر، جنازہ پڑھ کر، قبر میں دفن کردیتے ہیں، اس صورت حال سے آپ بہت متأثر ہوئے۔

خالص پور میں جس جگہ آپ رہتے تھے، اس کے پاس ہی ایک چھوٹی مسجد ہے، یہ مسجد اب بھی موجود ہے اور آباد ہے، راقم نے اس میں کئی بار نماز بھی پڑھی ہے، آپ کام کرتے کرتے جب اذان ہوتی تو مسجد کے باہر کھڑے ہوجاتے، اور مسلمانوں کو نماز پڑھتا دیکھتے، دل میں تمنا ہوتی کہ کاش! میں بھی ان کے ساتھ صاف ستھرے سفید کپڑے پہن کر نماز پڑھتا، لیکن یہ تمنا دل ہی میں رہ جاتی۔

اس جگہ رہتے ہوئے آپ نے دیکھا کہ مسلمان ایک مقدس کتاب کو بڑی

عقیدت ومحبت سے پڑھتے ہیں اور ادب واحترام کے ساتھ ایک کپڑے میں لپیٹ کر رکھتے ہیں تو آپ کے دل میں یہ حسرت ہوتی کہ میں بھی اس مقدس کتاب کو پڑھتا، اسے سمجھتا اور جان سکتا کہ اس میں کیا لکھا ہے، آپ جب گھر کے بچوں بچیوں سے کہتے کہ مجھے بھی قرآن پڑھا دو تو وہ کہتے کہ تو ناپاک ہے، اس کتاب کو نہیں پڑھ سکتا، آپ ان سے کہتے کہ میں روزانہ تالاب میں صاف پانی سے نہاتا ہوں، ناپاک کیسے ہوں؟

آپ کے دل میں بار بار مرنے کے بعد کے حالات، قبر وحشر کے خیالات آتے، اور آپ سوچتے کہ معلوم نہیں، مرنے کے بعد میرا کیا ہوگا؟

کبھی ضمیر کی آواز سنائی دیتی کہ کب تک اس طرح نوکری کرتے رہوگے، آہستہ آہستہ بڑے ہو جاؤگے اور زندگی یوں ہی بے کار گزر جائے گی، مگر دل کی یہ حسرتیں، آرزوئیں دل ہی میں دَبی رہ جاتیں، اور ضمیر کی یہ آواز وقت اور حالات کے تھپیڑوں کی نذر ہوکر ڈوب جاتی، شاید قدرت کو یہی منظور تھا، لیکن دل کو حق کی حلاوت مل چکی تھی، اور ذہن ایک نئی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہو چکا تھا۔

جس گھر میں آپ ملازم تھے، وہاں ایک بوڑھی خاتون تھیں، اللہ کو یاد کرنے والی، نماز پڑھنے والی اور قرآن کی تلاوت کرنے والی، انھوں نے دیکھا کہ یہ غریب بچہ ہے، فجر کی اذان ہوتے ہی بیدار ہو جاتا ہے، وہ بوڑھی اماں آپ کے ساتھ بہت شفقت اور پیار کا برتاؤ کرتیں، اور اپنی نصیحتوں سے نوازتیں، ایک مرتبہ انھوں نے آپ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ ”بیٹا! جب سونے کے لیے جایا کرو تو سو مرتبہ کلمہ ”لا إله إلا الله محمد رسول الله“ پڑھ لیا کرو۔

آپ نے بوڑھی اماں کی اس قیمتی نصیحت پر عمل کرنا شروع کر دیا، اور رات میں تھکے ماندے جب بستر پر سونے جاتے تو ضعیفہ کی یہ نصیحت یاد آجاتی، اور کلمہ پڑھتے پڑھتے نیند آجاتی۔

وقت گزرتا رہا، اور آپ کچھ حد تک عقل وشعور کی عمر کو پہونچ گئے، دل کی

کیفیت عجیب رہنے لگی، تلاش حق کا جذبہ رہ رہ کر ابھرتا، لیکن گھر اور ملازمت ایک قفس بن کر راہ میں حائل تھے، بچپن کی کم شعوری کے باوجود کئی مرتبہ آپ نے اس قفس ملازمت کو توڑنے کی اور وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی، لیکن ناکامی رہی، پکڑے جاتے اور پھر اسی دنیاوی کام میں لگا دیے جاتے۔

والدہ کی وفات

ابھی یہی حالات چل رہے تھے کہ ایک بڑے حادثے نے زندگی کا رخ موڑ دیا، ان ہی دنوں آپ کی والدہ دنیا سے رخصت ہوگئیں، جن کو ہندو رسم ورواج کے مطابق دریا بُرد کر دیا گیا، اس حادثہ سے آپ بہت رنجیدہ تھے، اسی وقت آپ نے یہ عزم کر لیا کہ اب میں ہندو مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو جاؤں گا، اس عزم وارادہ نے آپ کی زندگی میں ایک نیا انقلاب برپا کر دیا۔

ماں کے رخصت ہونے کے بعد آپ کبیدہ خاطر اور بے چین رہنے لگے، دنیاوی مشاغل اور ملازمت سے طبیعت اکتا گئی، اب فکر تھی تو بس راہ حق اپنا لینے اور صراط مستقیم پا لینے کی، پھر آپ نے فرار کی کوشش کی، لیکن ابھی زندگی کی شب تاریک میں سحر مقدر نہ تھی۔

صراط مستقیم کی رہ نمائی

جب آپ نے دیکھا کہ ادھر ادھر بھاگنے کی ساری کوششیں بے فائدہ ہیں، اور بالآخر پکڑ لیا جاتا ہوں تو آپ نے ایک نیا پروگرام بنایا، مسلم گاؤں میں رہتے ہوئے، اور جین پور آتے جاتے آپ نے مبارک پور کے مدرسہ احیاء العلوم کا ذکر سن رکھا تھا کہ یہ مسلمانوں کا ایک بڑا اور پرانا مدرسہ ہے، جہاں مسلمان لڑکے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور یہ جگہ پڑھنے کے لیے بھی ایک اچھی جگہ ہے۔

جین پور کا مشہور مدرسہ ہے: جامع العلوم وجامعۃ البنات، جس کے اس وقت ناظم مولانا عبدالحکیم صاحب فتح پوری (متوفی: ۱۹۷۹ء) تھے، جو اس مدرسہ کے بانی مبانی بھی تھے، اور علاقے کے سرگرم عالم دین بھی، مولانا حسین احمد مدنیؒ کے متوسلین میں سے تھے، ان کی بڑی عظیم خدمات ہیں، ان کے بھائی محمد یحییٰ جنگ آزادی کے مجاہد تھے۔

ایک مرتبہ مولانا رحمت اللہ صاحب نے مولانا عبدالحکیم صاحب کے یہاں جا کر اپنی حسرت دل اور تڑپ کا اظہار کیا، اور تلاش حق کے لیے رہ نمائی طلب کی، اور بتایا کہ میں مسلمان ہو کر پڑھنا چاہتا ہوں، مولانا عبدالحکیم صاحبؒ نے آپ سے کہا کہ فلاں دن صبح سویرے آجاؤ، اور "مولانا" (عبدالمنان باسوپاریؒ) کے ساتھ مبارک پور چلے جانا۔

خدا خدا کر کے وہ وقت آ گیا، رات سوتے جاگتے گزری، سحر کا مبارک وقت تھا کہ آپ بیدار ہو گئے، اور اپنے تمام کام دھندے اور گھریلو ذمہ داریوں سے فارغ ہو کر چپکے سے باہر آ گئے، فجر کی اذان سے پہلے ہی آپ نے گاؤں کو الوداع کہا، اور حسرت دل کی تکمیل کرنے کے لیے پیادہ پا جین پور کی طرف روانہ ہو گئے، جین پور وہاں سے زیادہ دور نہیں ہے، پیدل چلتے ہوئے جامعۃ البنات کے ناظم مولانا عبدالحکیم صاحب کے پاس آئے، وہ ابھی وضو کی تیاری کر رہے تھے، دیکھ کر تعجب سے کہا "اتنی سویرے آگئے" پھر ایک لڑکے کو آواز دے کر بلایا اور کہا کہ "اِن کو باسوپار، مولانا کے یہاں پہونچا دو"۔

باسوپار، جین پور کے قریب (دکھن، پورب) ایک چھوٹی سی بستی ہے، وہاں کے مشہور عالم حضرت مولانا عبدالمنان صاحب باسوپاریؒ (متوفی: ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء) تھے، جو اُس وقت جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور میں استاذ اور شیخ الحدیث تھے۔ (مولانا عبدالمنان باسوپاری کے حالات اکابر احیاء العلوم میں ملاحظہ ہوں)

الغرض، آپ مولانا عبدالمنان صاحب کے پاس باسوپار پہونچ گئے، اور وہاں سے مبارکپور کے لیے روانہ ہوئے، احیاء العلوم مبارکپور منزل مقصود تھی، جو آہستہ آہستہ قریب تر ہو رہی تھی، اور دل مسرت وشادمانی سے اچھل رہا تھا۔

قبول اسلام

الحاصل منزل مقصود آ گئی، آپ، مولانا عبدالمنان صاحبؒ کے ہمراہ احیاء العلوم مبارکپور آ گئے، آپ کو احیاء العلوم کے پرشکوہ کتب خانے میں بٹھایا گیا، آپ نے جب اتنی بڑی بڑی ڈھیر ساری کتابوں کو دیکھا تو دل میں تمنا ہوئی کہ "کاش! میں ان سب کتابوں کو پڑھ لیتا" آپ نے اسی وقت آنکھ بند کر کے مالک سے دعا کی۔

تھوڑی دیر بعد حضرت اقدس مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، سر پر عمامہ، پیشانی پر سجدوں کا نور، اور چہرہ پر خوبصورت مسکراہٹ، آپ نے آکر موصوف سے گفتگو کی، مرضی معلوم کی، اور پھر کلمہ طیبہ "**لا إلـه إلا اللّٰـه محمد رسول اللّٰه**" پڑھا کر آپ کو حلقۂ اسلام میں داخل کر لیا۔

دامن اسلام سے وابستگی کے بعد آپ کا اسلامی نام "رحمت اللہ" رکھا گیا، اور خدا کے حضور ایمان واسلام پر دَوام واستقامت کی دعائیں مانگی گئیں۔

آرزوئے علم کی تکمیل

تقریباً ۱۵-۱۶ سال کی عمر میں آپ نے حضرت مفتی یٰسین صاحبؒ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا، اور قبول اسلام کے بعد احیاء العلوم مبارک پور میں ہی رہ کر حضرت مفتی صاحبؒ کی زیر سرپرستی ابتداء سے دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دیا۔

جن حالات ومصائب تلے آپ نے اسلام قبول کیا، وہ بڑے ہی صبر آزما تھے، مگر اللہ کو ہدایت دینی مقصود تھی، اللہ نے اپنے فضل سے آپ کو صراط مستقیم سے وابستہ کر دیا۔

احیاء العلوم مبارک پور کے کتب خانہ میں بیٹھ کر علم کی جو آرزو جاگی تھی، اللہ نے اس آرزوئے علم کو بھی شرف قبولیت سے نوازا، اور آپ وہیں احیاء العلوم میں مشغول تعلیم ہو گئے۔

دو یا تین سال تک محنت ومشقت اور شبانہ روز عرق ریزی کے بعد جب آپ نے قرآن کریم ناظرہ مکمل کرلیا، اور اردو دینیات کی کتابیں پڑھنے کے لائق ہو گئے، تو حضرت اقدس مفتی یٰسین صاحبؒ نے آپ کو فارسی وعربی درجات میں داخل کر دیا، جس کے بعد آپ مستقل مدرسہ میں ہی رہ کر علم حاصل کرتے رہے، اور ۶-۷ سال میں عربی کی موقوف علیہ تک تعلیم حاصل کرلی۔

آپ کے گھر والوں کا اس دوران خیال تھا کہ مبارک پور کسی کے یہاں ہتھ کرگھہ (ہینڈلوم) پر کام کررہا ہوگا، چناں چہ گھر کے لوگ کئی بار مبارک پور تلاش کرنے بھی آئے تھے، لیکن ان کو معلوم نہ تھا کہ ان کا فرزند، کفر کی تاریکیوں سے نکل کر اسلام کی آغوش رحمت میں داخل ہو چکا ہے، اور قبول اسلام کے بعد ''علوم نبویہ کی تحصیل'' میں سرگرم عمل ہے۔

احیاء العلوم مبارک پور میں دَورانِ تعلیم، مدرسہ کے ذمہ داروں نے آپ کو مدرسہ کے باہر جانے سے منع کررکھا تھا کہ مبادا کوئی دیکھ نہ لے، اور کوئی مسئلہ نہ کھڑا ہو جائے۔

حضرت اقدس مفتی یٰسین صاحبؒ کی زیرسرپرستی آپ حصول علم میں روز وشب منہمک ہو گئے، مفتی صاحب آپ کو اپنے بیٹے کی طرح عزیز رکھتے تھے، آپ بھی ان کا ایک شفیق وہمدرد باپ کی طرح ادب واحترام کرتے تھے، اور خدمت انجام دیا کرتے تھے، نیز آپ کے دیگر اساتذہ بھی آپ کے ساتھ خصوصی شفقت ومحبت کا معاملہ کرتے، اور مدرسہ کے سبھی لوگ آپ کو ''نومسلم طالب علم'' ہونے کے سبب محبوب رکھتے تھے۔

اس وقت احیاء العلوم مبارک پور کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عبد الباری صاحب مبارک پوریؒ (متوفی: ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۷ء) تھے، مولانا عبد الباری صاحب

نے مدرسہ کی طرف سے آپ کے قیام وطعام کے علاوہ، آپ کے لیے ہر مہینے دو روپیہ وظیفہ اور سالانہ ایک جوڑا کپڑا متعین کر دیا تھا، جو الحمدللہ آپ کے لیے کافی ہو جایا کرتا تھا، آپ نے خدا پر توکل کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحبؒ کی زیرسرپرستی انتہائی محنت ومشقت کے ساتھ مدرسہ میں رہ کر علم دین حاصل کرنا شروع کر دیا۔ (مولانا عبد الباری صاحب کے حالات کے لیے اکابر احیاء العلوم ومشاہیر احیاء العلوم ملاحظہ ہو)

آپ کے والد کا قبول اسلام

احیاء العلوم مبارک پور میں مسلسل کئی سال رہ کر آپ تعلیم حاصل کرنے میں مشغول رہے، اس دوران بار بار گھر کی یاد بھی آرہی تھی، اور والد بزرگوار کی یاد آپ کو بہت بے چین کیے رہتی تھی، ایک دن مدرسہ میں چھٹی تھی، ایک بہادر طالب علم کے ساتھ آپ چپکے سے مدرسہ سے نکلے اور اپنے گاؤں پہونچ گئے، کئی سال پہلے جب یہاں سے گئے تھے تو بہت چھوٹے تھے اور معمولی کپڑوں میں، آج مدتوں بعد جب گھر گئے تو اسلام کی روشنی لے کر گئے، کافی بڑے بھی ہو چکے تھے اور اب بدن پر نہ وہ معمولی لباس تھا، نہ ملازمت کا ڈر، صاف ستھرے اسلامی لباس میں، طالب علمانہ شان اور عالمانہ وقار کے ساتھ، گاؤں کے لوگ حیران بھی ہوئے اور خوش بھی، سب نے عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا، اس کے بعد پھر کئی مرتبہ گاؤں جانا ہوا، اور لوگ عزت کرتے۔

اب بس آپ کو ایک ہی فکر تھی کہ والد صاحب بھی کسی طرح مسلمان ہو جائیں، دامن اسلام سے وابستہ ہو کر جہنم کی آگ سے بچ جائیں، چناں چہ آپ اپنے والد صاحب کے لیے ہدایت کی دعائیں بھی مانگتے رہے، اور ان کو اسلام کی دعوت بھی دیتے رہے، آخر اللہ نے ان پر بھی اپنا فضل فرمایا اور وہ بھی قبول اسلام کے لیے آمادہ ہو گئے، چناں چہ آپ اپنے والد بزرگوار کو لے کر احیاء العلوم مبارک پور آئے، جہاں انھوں نے بھی حضرت مفتی یٰسین صاحبؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا، اور دین کے بہت سارے

احکام ومسائل سے واقف ہوگئے، ایک مؤمن کی طرح صالح زندگی گزاری، اور تقریباً پانچ سال بعد ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگئے، اور ماہ پور کرہاں میں عیدگاہ والی قبرستان میں دفن ہوئے۔ (مولانا رحمت اللہ کے والد یعنی ہمارے دادا مرحوم شیخ عبداللہ کے تفصیلی حالات کے لیے تذکرۂ مولانا رحمت اللہ اعظمی ملاحظہ ہو)

احیاء العلوم کے اساتذۂ کرام

والد گرامی مولانا رحمت اللہ اعظمیؒ نے جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں مکتب کی تعلیم کے بعد وہیں فارسی وعربی کی بھی تعلیم حاصل کی، اور موقوف علیہ (مشکوٰۃ شریف) تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد مفتی یٰسین صاحب کے مشورے سے دیوبند چلے گئے۔

احیاء العلوم مبارک پور میں آپ نے جن اساتذہ کرام سے تعلیم وتربیت حاصل کی، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

منشی عبداللہ صاحب پرانی بستی مبارک پور: آپ نے ان سے دینی تعلیم کے رسالے پڑھے، اکثر اُن کا ذکر کرتے، اور ان کا واقعہ سناتے۔

آگے اساتذۂ کرام کے اسماء گرامی جماعت وار اور کتابوں کی ترتیب کے ساتھ ذکر کیے جا رہے ہیں۔

فارسی کا سال اول

گلستاں: مولانا خالد کمال مبارک پوری (وفات: ۱۹۹۹ء) بن قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ، یہ احیاء العلوم میں اعزازی پڑھاتے تھے، پھر مفتاح العلوم بھمڑی (ممبئی) چلے گئے، وہاں سے مدینہ یونیورسٹی پڑھ کر نیوزی لینڈ چلے گئے۔

احیاء العلوم مبارک پور میں اس وقت بہت لوگ اعزازی پڑھایا کرتے تھے، دارالعلوم دیوبند سے پڑھ کر آتے تو یہاں اعزازی مدرس ہوجایا کرتے تھے۔

مولانا خالد کمال صاحب کے جانے کے بعد مولانا قاری حسین احمد صاحب مبارک پوری بن مولانا عنایت اللہ نے گلستاں پڑھائی، پھر وہ تجارت کے لیے بنگلور چلے گئے، ان کے بعد مولانا عزیز اللہ صاحب مئوی نے گلستاں پڑھائی، وہ پلیا کھرہٹ کے رہنے والے تھے، پھر مئو دوست پورہ جاکر رہنے لگے، مولانا عبدالکریم صاحب کے شاگرد ہیں۔

بوستاں: مولانا قاری انوار الحق صاحب مبارک پوریؒ کے یہاں پورے سال مستقلاً پڑھی، محلّہ پورہ دیوان کے رہنے والے تھے، احیاء العلوم کے نائب ناظم بھی رہے، بہترین قاری اور نعت خواں تھے، ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء میں وفات ہوئی۔

(ملاحظہ ہو: اکابر احیاء العلوم)

فارسی کے دوسرے سال کے احوال معلوم نہ ہوسکے، یہ سال احیاء العلوم کے لیے مشکلات کا سال تھا، مولانا عبدالباری صاحب کسی وجہ سے استعفیٰ دے چکے تھے، اور مولانا شمس الدین صاحب کچھ عرصہ کے لیے ناظم ہوئے تھے، (ملاحظہ ہو: اکابر احیاء العلوم، ص۱۴۳) بعد میں پھر مولانا عبدالباری صاحب آخر عمر تک ناظم رہے، اور مولانا شمس الدین صاحب نائب ناظم رہے، بعدہ مولانا شمس الدین صاحب ناظم بھی بنے۔

عربی اول

میزان الصرف: مولانا عبدالمنان صاحب باسوپاریؒ

نحو میر: مولانا انوار الحق صاحب مبارک پوریؒ

دروس الادب: قاری حسین احمد صاحب کے یہاں رہی، جب وہ بنگلور کاروبار میں چلے گئے تو مولانا شمس الدین صاحب کے یہاں چلی گئی۔

عربی دوم

ہدایۃ النحو: قاری انوار الحق صاحب مبارک پوری

علم الصیغہ: // // // //

القراءۃ الرشیدہ: مولانا محمد مسلم صاحب بمھوریؒ، آپؒ، مولانا رحمت اللہ صاحب کو بہت مانتے تھے، اور بیٹے کی طرح عزیز رکھتے تھے۔ (وفات: ۱۹۹۳ء) (حالات کے لیے ملاحظہ ہو: اکابر احیاء العلوم وتذکرۂ علماء اعظم گڑھ)

نورالایضاح: مولانا شمس الدین صاحب حسینی (وفات: ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰ء)

فن منطق میں کبریٰ مولانا جمیل احمد مدنیؒ کے یہاں تھی اور تہذیب بھی۔

عربی سوم

کافیہ: مولانا محمد مسلم صاحب بمھوریؒ

قدوری: مولانا جمیل احمد مدنی مبارک پوریؒ، مولانا رحمت اللہ صاحب کے اساتذہ میں وفات پانے والے آپ آخری استاذ ہیں، آپ اکثر ان کے یہاں جایا کرتے تھے، ان کا تذکرہ کیا کرتے تھے (وفات: ۱۴۴۰ھ-۲۰۱۸ء) آخر عمر میں آپ احیاء العلوم کے ناظم بعدہٗ سرپرست بھی رہے، تفصیلی حالات ''ذکر جمیل'' مرتبہ مفتی صادق صاحب مبارکپوری میں ملاحظہ ہوں۔

ترجمہ کلام پاک: مولانا زین العابدین معروفیؒ (وفات: ۱۴۳۴ھ-۲۰۱۳ء)

القراءۃ الرشیدہ: مولانا محمد یحییٰ صاحب رسول پوریؒ (وفات: ۱۳۸۷ھ-۱۹۶۷ء)

اصول الشاشی: مولانا جمیل احمد مدنیؒ، اس کتاب میں قاضی اطہر صاحب کے لڑکے مولانا قاضی ظفر مسعود (وفات: ۲۰۰۹ء) بھی پڑھنے آیا کرتے تھے۔ (بقول ماموں جان مولانا محفوظ الرحمٰن کریمی)

(مولانا زین العابدین محدث معروفیؒ کے حالات کے لیے مجلّہ سراج الاسلام چھپرہ کی خصوصی اشاعت ملاحظہ ہو اور پیغام پورہ معروف کا مولانا زین العابدین نمبر ملاحظہ ہو)

عربی چہارم

شرح جامی: مولانا محمد مسلم صاحب بمھوریؒ

شرح وقایہ: مولانا جمیل احمد مدنیؒ مبارک پوری

ترجمۂ کلام پاک: مولانا عبدالمنان صاحب باسو پاریؒ

نورالانوار: // // // //

مقامات حریری: مولانا زین العابدین صاحب معروفیؒ

عربی پنجم

ہدایہ اولین: مولانا عبدالمنان صاحبؒ باسوپاری

سلم العلوم: مولانا زین العابدین معروفیؒ

ترجمۂ کلام پاک (آخری دس پارے): مولانا جمیل احمد مدنی صاحبؒ

ہدیہ سعیدیہ (فلسفہ کی کتاب ہے): مولانا یحییٰ صاحب رسول پوریؒ

دیوان متنبّی: // // //

قطبی (قال اقول، منطق میں): مولانا محمد مسلم صاحب بمھوریؒ

عربی ششم

جلالین شریف: مولانا محمد یحییٰ صاحب رسول پوریؒ

مشکوٰۃ شریف: مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب مبارک پوریؒ

تفسیر بیضاوی: // // //

سراجی: // // //(مشق وتمرین، تخریج مسائل)

میبذی (فلسفہ میں): مولانا محمد مسلم صاحب بمھوریؒ

ملاحسن (منطق میں): مولانا زین العابدین معروفیؒ

عربی اول، دوم اور سوم کے سال تجوید وقرأت اور حدر قرآن کریم، رئیس القراء حضرت مولانا حافظ قاری ظہیر الدین صاحب معروفی کے یہاں قرأت کی تعلیم حاصل

کی۔(وفات:۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء)

مبارک پور میں تجوید وقرأت کا شہرہ آپ ہی کی برکت سے ہے۔(ملاحظہ ہو: اکابر احیاء العلوم)

(نوٹ: درجہ وار کتابوں کی تفصیل اور اساتذہ کے اسماء گرامی، بڑے ماموں مولانا محفوظ الرحمٰن کریمی کے بیان کردہ ہیں، آپ والد صاحب کے درسی ساتھی بھی ہیں اور مخلص خیر خواہ بھی، ۶؍ستمبر ۲۰۲۰ء مطابق ۱۷؍محرم ۱۴۴۲ھ اتوار کو اُن سے یہ تفصیلات بطور خاص معلوم ہوئیں، اُن میں نسیان اور تقدیم وتاخیر ممکن ہے، امتداد زمانہ کی وجہ سے)

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں موقوف علیہ (مشکوٰۃ) تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے دارالعلوم دیوبند عازم سفر ہوئے، منشی عبدالرؤف مبارک پوری بھی دیوبند، طلبہ کے ساتھ گئے تھے، یہ احیاء العلوم کے منشی تھے، حساب کتاب لکھتے تھے، مولانا عبدالمعید صاحب کے چچا اور علامہ ابراہیم بلیاوی کے داماد تھے۔

دیوبند جانے والے دیگر احباب کے اسماء یہ ہیں:

- مولانا محفوظ الرحمٰن کریمی ابراہیم پوری
- مولانا ڈاکٹر عرفان اللہ گورکھ پوری، دارالعلوم دیوبند سے تعلیم کے بعد ڈاکٹر ہوگئے۔
- مولانا حکیم محمد مرتضیٰ گورکھ پوری، ثم مئوی
- مولانا محمد صدیق گورکھ پوری
- مولانا بدرالدین اعظمی (چھپی چھچھوری والے)

ساتھ میں داخلہ کے لیے جانے والے دیگر احباب:

- مولانا مرزا اشفاق احمد ہرت پورہ (انجان شہید کی طرف پڑتا ہے)
- مولانا انعام الحق منگراواں
- مولانا علامہ رحمت اللہ ولید پوری
- مولانا حافظ عنایت اللہ جون پوری

مولانا عبدالستار صاحب قاسمی کے لڑکے مولانا محمود الحسن مبارک پوری اور مولانا عبدالوحید مبارک پوری (پورہ دلہن کے رہنے والے ہیں) ایک سال پہلے دیوبند گئے تھے، (بقول ماموں محفوظ الرحمٰن کریمی) دیوبند میں یہ لوگ بھی دورۂ حدیث کے ساتھی ہیں۔

مولانا رحمت اللہ صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کے بعد صرف چھ ماہ تک ہی تعلیم حاصل کی، اسی دوران دیوبند میں ایک ہنگامہ ہوگیا، اور تعلیمی سلسلہ اسی ہنگامہ کی نذر ہوکر موقوف ہوگیا، جس سے دل برداشتہ ہوکر آپ مظاہر علوم سہارن پور چلے گئے، اور وہیں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کرکے فارغ ہوئے۔

دارالعلوم دیوبند میں آپ کا تعلیمی سال ۱۹۶۵ء اور ۱۹۶۶ء ہے، اس دوران آپ ہر طرف سے یکسو ہوکر پوری محنت کے ساتھ مشغول تعلیم ہوگئے تھے، دارالاقامہ میں قیام کے ساتھ مدرسہ کی طرف سے کھانا بھی جاری ہوگیا، اس وقت مدرسہ کی طرف سے چار روپیہ وظیفہ ماہ بہ ماہ ملتا تھا۔

اس وقت دورۂ حدیث میں کل ۳۱۳ طلبہ تھے، اس نسبت سے ان کو ''بدریین'' بھی کہا جاتا تھا؛ کیوں کہ جنگ بدر میں صحابہ کرامؓ کی تعداد بھی ۳۱۳ تھی۔

دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ

اس دوران آپ نے جن اکابر اساتذہ سے علم حاصل کرنے کا شرف حاصل کیا ان کے اسماء گرامی مع اسماء کتب حسب ذیل ہیں:

فجر بعد مولانا اسلام الحق صاحب (کوپا گنج) کے یہاں طحاوی شریف پڑھتے تھے، آپ نے ۱۳۷۹ھ میں احیاء العلوم مبارک پور میں بھی تدریسی خدمات انجام دی ہیں، یہاں آپ بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لائے تھے، لیکن ابھی سال بھی پورا نہ ہوا تھا کہ ۱۳۸۰ھ-۱۹۶۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں آپ کا تقرر ہو گیا، اور پھر آخر تک وہیں رہے، (وفات: ۱۳۹۲ھ-۱۹۷۲ء) (ملاحظہ ہو: اکابر احیاء العلوم وتذکرۂ علماء اعظم گڑھ)

ابوداؤد شریف: شیخ التفسیر مولانا سید فخر الحسن صاحب مرادآبادی (پہلی گھنٹی) (متوفی: ۱۹۸۰ء-۱۴۰۰ھ)

ترمذی شریف: علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ (دوسری گھنٹی) (متوفی: ۱۳۸۷ھ-۱۹۶۷ء)

ابن ماجہ شریف: مولانا معراج الحق صاحب دیوبندی (نائب مہتمم) (تیسری گھنٹی) (وفات: ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۱ء)

بخاری شریف: مولانا سید فخر الدین احمد صاحبؒ مرادآبادی (چوتھی گھنٹی، دس بجے سے بارہ بجے تک) (متوفی: ۱۳۹۲ھ-۱۹۷۲ء)

نسائی شریف: مولانا عبد الاحد دیوبندیؒ (بعد ظہر) (متوفی: ۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹ء) (دیوبند کی جامع مسجد کے امام بھی تھے)

مسلم شریف: مولانا بشیر احمد خان صاحب بلندشہری کے یہاں (چھٹی گھنٹی) (متوفی: ۱۳۸۶ھ-۱۹۶۶ء) (شیخ الحدیث مولانا نصیر احمد خان (متوفی: ۱۴۳۱ھ - ۲۰۱۰ء) کے بھائی تھے)

شمائل ترمذی: مولانا سید فخر الحسن صاحب مرادآبادی (بعد عشاء)

موطأ امام مالک: مولانا سید شریف الحسن صاحب دیوبندی (بعد عصر) (وفات: ۱۳۹۷ھ-۱۹۷۷ء)

موطأ امام محمد: // // // // //

حجۃ اللہ البالغہ: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند (متوفی: ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء) کے یہاں تھی، لیکن ان کے کثرتِ اسفار کے سبب پڑھنے کی نوبت نہ آسکی۔

(نوٹ: اساتذہ اور کتابوں کی یہ تفصیلات بھی مولانا محفوظ الرحمٰن کریمی کی بیان فرمودہ ہیں)

مولانا رحمت اللہ صاحب نے اس دوران خارج میں کتابت اور خوش خطی کی مشق کے لیے بھی ایک گھنٹی لے لی تھی، اور ایک استاذ (غالباً یہ مولانا اشتیاق صاحب ہیں، باب الظاہر میں کتابت کا شعبہ چلتا تھا) سے مشق لیتے رہے، ایک گھنٹی قرأت کے لیے بھی خارج میں متعین تھی، قاری نعمان صاحب قرأت کے استاذ تھے، گرچہ احیاء العلوم میں تجوید پڑھ چکے تھے، لیکن مزید مشق اور مہارت کے لیے دارالعلوم میں بھی کچھ عرصہ قرأت کی تعلیم حاصل کی۔

مظاہر علوم سہارن پور میں

دارالعلوم دیوبند میں تعلیمی سلسلہ جاری تھا، اور آپ پورے انہماک، یکسوئی اور محنت ولگن کے ساتھ طلب علم میں مشغول تھے، اسی دوران ایک ہنگامہ برپا ہوا، جس کی تفصیل ماموں جان مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب کریمی نے راقم سے یوں بیان کی:

> ”مسلم مجلس مشاورت کا جلسہ ہوا تھا، جس میں مولانا علی میاں ندویؒ، مولانا منظور نعمانیؒ بھی گئے تھے، یہ سب لوگ پہونچے تھے، بڑے اکابر اس میں شریک تھے، مولانا منت اللہ رحمانیؒ بھی آئے تھے اس جلسہ میں، دارالعلوم دیوبند کے طلبہ بھی جلسہ سننے گئے تھے، مجلس مشاورت والے، جمعیۃ علماء کے خلاف بولنے لگے، طلبہ جمعیۃ کے خلاف تقریریں برداشت نہ کر سکے، طلبہ نے اختلاف کیا، احتجاج کیا، تجلی کے مدیر عامر عثمانیؒ نے طلبہ کو احتجاج سے منع کیا اور کہا کہ سننا ہو تو سنو، یا چلے جاؤ، طلبہ بھی غصہ میں تھے، کہا کہ نہیں جائیں گے۔

اعظم گڑھ طلبہ کے کچھ لیڈر اسٹیج پر پہونچ گئے، اور مائک لے کر پھینک دیا، اس کے بعد ہنگامہ اور اسٹرائک شروع ہوگئی۔

جلسہ میں استعمال ہونے والا وہ مائک دارالعلوم کا تھا، طلبہ لے کر گئے تھے، کیوں کہ شوریٰ کے لوگ بھی آئے تھے، دارالعلوم میں اعلان ہوا کہ ان طلبہ کو نکالا جائے گا۔

اس میں اعظم گڑھ کے تمام طلبہ زد میں آگئے، بعد میں ان طلبہ کا معافی نامہ کے بعد نیا داخلہ ہوا۔(انتہی قولہٗ)‘‘ (یہ واقعہ تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۳۹۱ پر بھی ہے)

اس ہنگامی صورت حال میں تعلیمی سلسلہ متأثر ہوگیا تھا، اور ایک عجیب وغریب صورت حال پیدا ہوگئی تھی، جس سے دل برداشتہ ہوکر آپ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور چلے گئے، اور وہیں موقوف علیہ میں سال پورا کرنے کے بعد اگلے سال از سر نو دورۂ حدیث شریف میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کرنے لگے، یہاں آپ کا قیام دار الطلبہ قدیم کمرہ نمبر ۱۲ میں ہوا۔

(راقم حبیب اعظمی اپنے دیوبند کے زمانۂ طالب علمی میں جب مظاہر علوم سہارن پور گیا تو دارالطلبہ قدیم کے اس کمرے میں بھی گیا تھا، جس میں والد صاحب دوران تعلیم مقیم تھے)

مظاہر علوم میں داخلہ کے بعد آپ حصول تعلیم میں منہمک ہوگئے، آپ کے چند رفقائے دیوبند نے اصرار کیا کہ دیوبند واپس چلو، ہم لوگوں نے معافی مانگ لی ہے، لیکن آپ نے منع کر دیا اور کہا کہ میں پڑھنے آیا ہوں، لڑنے جھگڑنے نہیں۔

مظاہر علوم کے اکابر اساتذہ

مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں رہ کر ۸۷-۱۳۸۶ھ میں وہاں کے جلیل القدر اساتذہ اور کبار اہل علم ومشائخ سے شرف تلمذ حاصل کیا، اور دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کر کے ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں فارغ التحصیل ہوئے، اس وقت آپ کی عمر

۲۶ سال تھی۔

مظاہر علوم سہارن پور میں آپ نے جن اساتذہ سے کسب فیض کیا، ان میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۴۰۲ھ-۱۹۸۲ء) حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مظاہری (متوفی: ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳ء) مولانا اسعد اللہ صاحب رام پوری ناظم مظاہر علوم (متوفی: ۱۳۹۹ھ) اور مولانا محمد یونس صاحب جون پوری (متوفی: ۱۴۳۸ھ-۲۰۱۷ء) جیسے کبار علماء ومشائخ ہیں۔

آپ کے یہ اساتذہ علوم اسلامیہ کے وہ آفتاب وماہتاب ہیں، جن سے انسانی دنیا ہمیشہ فیض حاصل کرتی رہی ہے، اور جن کی عظمت ورفعت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں ہے۔

مولانا رحمت اللہ صاحب کو اللہ نے حصول علم کی سچی رغبت عطا فرمائی تھی، جس کے لیے آپ کی مخلصانہ جد وجہد اور محنت ولگن مسلسل برقرار رہی، اور آپ کی اسی محنت نے آپ کو حضرت شیخ الحدیث اور دیگر اساتذہ کے نزدیک محبوب بنا دیا، چناں چہ آپ اپنے اساتذہ کے ادب واحترام کے ساتھ ان کی خدمت بھی بجالایا کرتے تھے، اور ان کی علمی مجلسوں میں شریک ہوکر ان کے جواہرات علمیہ سے اپنے دامن مراد کو بھی بھرا کرتے تھے۔

درس کے علاوہ بھی حضرت شیخ الحدیثؒ کی مجلس میں اکثر شریک ہوا کرتے، اور آپ کی خدمت کرتے، حضرت شیخ الحدیث کی صحبت کیمیاء کا شرف حاصل کرتے، اور حضرت کے دسترخوان علم وفضل کے خوشہ چیں رہا کرتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کا معمول تھا کہ جمعہ کے دن طلبہ کو اپنے یہاں بلاتے اور کچھ درس وتدریس کے بعد اُن کے لیے دسترخوان لگوایا کرتے، اور یہ مہمانان رسول ﷺ، حضرت شیخ کے دسترخوان پر بھی مہمان ہوتے اور حضرت ان کے میزبان، یہ استاذ وشاگرد کی آپسی محبت، شفقت اور علمی تعلقات کی بات تھی۔

آپ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ سے بخاری

شریف مکمل پڑھنے کا شرف حاصل کیا، اور مفتی مظفر حسین صاحب سہارنپوریؒ سے ترمذی شریف، مولانا محمد یونس صاحب جونپوری سے ابوداؤد اور نسائی شریف اور دیگر اساتذہ سے دیگر کتب حدیث کو پڑھنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ (والد صاحبؒ کی درسی کاپیاں موجود ہیں، جن کے اہم اقتباسات اور تقریریں ''تذکرہ مولانا رحمت اللہ اعظمی''، میں بھی نقل کی گئی ہیں)

تدریسی خدمات

مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور سے رسمی فراغت کے بعد آپ نے اپنے اسلاف واکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے درس وتدریس کے مبارک مشغلہ کو اختیار کیا، کچھ عرصہ مدرسہ منبع العلوم خیرآباد میں تدریس کے بعد صوبہ مہاراشٹر کے ضلع امراوتی کے ایک عربی مدرسہ ''مدرسہ فرقانیہ'' میں مدرس ہوئے، یہاں عربی کے ابتدائی درجات تھے، اس مدرسہ کے ناظم مولانا عبدالشکور صاحب تھے، انھوں نے آپ کو وہاں تدریس کے ساتھ جمعہ کا امام وخطیب بھی مقرر کردیا، یہاں قیام وطعام کے علاوہ آپ کی تنخواہ دوسو روپئے تھی۔

لیکن وطن سے دوری، اور سفر کی صعوبتوں کے سبب یہاں زیادہ عرصہ قیام ممکن نہ ہوسکا، اوراسی دوران آپ کے والد بزرگوار شیخ عبداللہ صاحب بھی سخت علیل ہوگئے، چناں چہ آپ نے وہاں سے رخصت لی، اور گھر آگئے، امراوتی میں دو ماہ قیام رہا۔

وطن واپسی کے بعد آپ اپنے والد ماجد کی خدمت میں مشغول ہوگئے، اسی دوران موضع ماہ پور (کرہاں) ضلع مئو کے لوگوں کی درخواست پر آپ وہاں چلے گئے، اور کرہاں کے نونہالوں، بچوں اور بچیوں کو قرآن ودینیات پڑھانے میں مشغول ہو گئے، اس وقت کوئی مکتب نہ تھا، کبھی پیپل کبھی آم کے درختوں کے نیچے تعلیم ہوتی تھی، پھر جب مکتب کی عمارت تیار ہوگئی تو وہاں تعلیم ہونے لگی۔ (ماہ پور کرہاں میں قبرستان سے متصل مدرسہ کی عمارت اب بھی موجود ہے)

ماہ پور کرہاں میں جناب صفدر خان صاحب مرحوم کی لڑکی کا گھر ہے، جو شوکت خان مرحوم کی بہن تھیں، اور آپ ان کے منہ بولے بھائی تھے، اس لیے بھی کرہاں کے لوگوں نے آپ کو اپنے یہاں پڑھانے کے لیے بلالیا، وہاں کے لوگ آپ کے ساتھ بہت خیر خواہی کا معاملہ کرتے تھے۔

آپ کے والد صاحب کی وفات

اس وقت آپ کا قیام خیرآباد میں تھا، جہاں آپ کے والد صاحب اور آپ کی اہلیہ حفیظ النساء مرحومہ رہا کرتی تھیں، کرہاں والوں کے اصرار پر آپ اپنے والد بزرگوار کو لے کر وہیں کرہاں چلے گئے، اور وہیں ان کی خدمت اور دوا علاج میں مشغول رہے، اور تعلیم بھی ہوتی رہتی، قضا وقدر کے مطابق ان کا وقت موعود آپہونچا، اور چند عرصہ علالت کے بعد آپ کے والد شیخ عبداللہ صاحب ۱۵/اگست ۱۹۶۸ء، مطابق ۱۳۸۸ھ بروز جمعرات ۹/بجے شب کو کلمہ پڑھتے ہوئے دار فانی سے دار بقا کی جانب کوچ کرگئے۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون

آپ کے والد بزرگوار شیخ عبداللہ صاحب نے آپ کی کوششوں سے جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں آپ کے زمانہ طالب علمی میں ہی حضرت اقدس مفتی محمد یٰسین صاحب مبارک پوریؒ کے دست مبارک پر اسلام قبول کرلیا تھا، اور اسلام کے ارکان اور عقائد وجزئیات اور مسائل سے بھی واقف ہوگئے تھے، نماز روزہ کی پابندی کیا کرتے تھے، حلال وحرام کی تمیز کیا کرتے تھے، باجماعت نماز پڑھتے اور تہجد بلاناغہ پڑھتے، رمضان کے بعد شش عیدی روزے بھی رکھتے تھے، اوراد ووظائف کا بھی اہتمام رہتا تھا، ولید پور کے مدرسہ نور الاسلام میں باغ بانی اور وہیں کی مسجد فاروق میں اذان دینے کی خدمت بھی انجام دی، بالآخر پانچ سال تک مومنانہ زندگی بسر کرنے کے بعد جوار رحمت میں داخل ہوگئے، رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ اور کرہاں کے اسی قبرستان میں

مدفون ہوئے۔اللھمّ اغفر له وارحمه وادخله فی فسیح جناتك.

اہلیہ کی وفات

آپ کے والد گرامی شیخ عبداللہ صاحب کے وصال کے کچھ عرصہ بعد آپ کی شریک حیات حفیظ النساء بنت شکر اللہ بھی آپ کو داغ مفارقت دے کر سفر آخرت پر روانہ ہوگئیں، ان دونوں حادثات نے آپ کو بہت متاثر کیا۔

ماہ پور کرہاں میں تدریس کے دوران ہی آپ نے سکھٹی مبارک پور میں ایک جگہ زمین خرید لی تھی، جہاں مکان بھی تعمیر ہو چکا تھا، رہائش باقی تھی کہ اہلیہ کا حادثۂ وفات پیش آ گیا، جو اپنے آبائی قبرستان نوادہ (املو سے عیدگاہ کے راستے جانب مغرب) میں مدفون ہیں۔رحمھا اللّٰہ رحمة واسعة

مرحومہ کی رحلت کے بعد دو چھوٹے بچوں کی پرورش اور دیکھ ریکھ ان کی نانی کیا کرتی تھیں، اور آپ سکھٹی مبارک پور میں قیام پذیر ہو گئے، اور قریب ہی موضع سریاں کے مدرسہ نظام العلوم میں پڑھانے لگے۔

اسی دوران مخلص احباب کے مشورہ سے آپ نے بچوں کی پرورش اور تربیت اور خانگی امور کے لیے عقد ثانی کا ارادہ کیا، چناں چہ آپ کے رفیق درس مولانا محفوظ الرحمٰن کریمی صاحب نے اس سلسلے میں آپ سے گفتگو کی، اور چند دنوں کے بعد آپ کا نکاح، مولانا محفوظ الرحمٰن کریمی صاحب کی بڑی بہن صفیہ خاتون بنت الحاج مولانا عبد الکریم صاحب اعظمی ابراہیم پوریؒ سے ہوگیا۔(جو راقم السطور کی والدہ ہیں، اللہ انھیں بھی غریق رحمت فرمائے۔آمین)

افسوس کہ ۱۶ر صفر ۱۴۳۳ھ - ۱۱ر جنوری ۲۰۱۲ء بدھ کو ہماری والدہ صفیہ خاتون بھی ہمیں روتا بلکتا چھوڑ کر دار آخرت کو چلی گئیں ''ماں کی یادیں'' (مرے آنسو جو آنکھ سے ٹپکے) میں راقم نے والدہ صاحبہ کا تفصیلی ذکر کیا ہے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور

اپنی جنت میں داخل فرمائے۔آمین

کرہاں میں سات سال اور سریاں نظام العلوم میں پانچ یا سات سال آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں، ۱۹۷۳ء میں آپ نظام العلوم سریاں میں مدرس تھے۔

ابراہیم پور میں مستقل قیام

سکھٹی مبارک پور کے حالات آپ کے لیے سازگار ثابت نہ ہو سکے، بدعات وخرافات کی کثرت تھی، اور جاہل عوام کی ایذاء رسانیاں الگ، بالآخر چند سالوں بعد آپ نے اپنے مشفق وہمدرد اور مخلص کرم فرما مولوی حکیم عاشق الٰہی صاحب کے مشورہ سے ۱۹۸۶ء میں اس مکان کو فروخت کر دیا، اور اپنے محسن ومخلص خسر مکرم مولانا عبد الکریم صاحب کے حکم پر ابراہیم پور چلے آئے، جہاں آپ کے خسر نے ایک مختصر قطعۂ زمین اپنے حصہ سے اپنی دختر کے نام لکھ دیا، جس کے بعد آپ نے یہیں مکان تعمیر کرایا، اور پھر آخر عمر تک یہیں مستقلاً قیام پذیر ہو گئے۔

احیاء العلوم مبارک پور میں تدریس

ابراہیم پور قیام کے بعد آپ نے جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور کے زیر انتظام محلّہ پورہ دلہن مبارک پور میں جامعہ کی ایک شاخ میں تقریباً سات سال تک تدریسی خدمات انجام دیں، اور سینکڑوں نونہالوں کی دینی تعلیم وتربیت کا بے مثال کارنامہ انجام دیا، سریاں مبارک پور اور پورہ دلہن مبارک پور میں ایک بہت بڑی تعداد آپ کے شاگردوں کی ہے جن میں طلبہ وطالبات سبھی شامل ہیں۔

غالباً ۲۰۰۰ء میں بعہد نظامت مولانا عبد المعید قاسمی مبارک پوری (متوفی: ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰ء) اپنی ضعیفی وپیرانہ سالی اور کچھ نامساعد حالات کے سبب احیاء العلوم مبارک پور کی تدریسی خدمات سے مستعفی ہو گئے، اسی دوران مبارک پور میں شیعہ سنی

فساد ہوا تھا اور کرفیو بھی لگا تھا، جس کی وجہ سے حالات بہت دشوار ہو گئے تھے اور لوگ ادھر ادھر بھاگے پھر رہے تھے، طویل عرصہ بعد حالات کچھ سازگار ہوئے، لیکن معاشی مشکلات برقرار رہیں، اور اس فتنے کے بعد بنکر طبقہ اب تک معاشی بدحالی کا شکار ہے۔

فیض العلوم ابراہیم پور میں

احیاء العلوم مبارک پور سے مستعفی ہو کر آپ گھر قیام فرما تھے کہ ارباب مدرسہ فیض العلوم ابراہیم پور نے آپ سے مدرسہ کی تعلیمی خدمت کے لیے درخواست کر دی، چناں چہ آپ نے فیض العلوم میں تدریسی خدمات کی انجام دہی شروع کر دی، اور یہاں دو سال تک تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے، اس دوران بہت سارے طلبہ وطالبات نے آپ سے علم حاصل کیا۔

لیکن ماہ پور کرہاں کے لوگوں اور وہاں کے شاگردوں کا مسلسل اصرار تھا کہ آپ یہیں کرہاں آکر دینی وتعلیمی خدمت دیں، چناں چہ ان کے مسلسل اصرار پر آپ نے فیض العلوم ابراہیم پور میں دو سال تعلیمی خدمات کی انجام دہی کے بعد کرہاں جا کر مسند درس کو زینت بخشی، یہاں کے ایک اسکول میں آپ نے تقریباً تین سال تک قرآن اور دینیات کی تعلیم دی، یہ اسکول آپ کے کسی شاگرد کا قائم کردہ ہے، لیکن ابراہیم پور سے کرہاں آنے جانے کی دشواریوں اور جسمانی عوارض ولاغری کے سبب آپ نے تدریسی سلسلہ موقوف کر دیا، اور یکسوئی کے ساتھ گھر رہ کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

مذکورہ بالا مقامات پر تدریسی خدمات کے علاوہ آپ نے گھڑسرہ جین پور، مدرسہ حجازیہ مبارک پور، مدرسہ موضع شیخو پور اعظم گڑھ اور محمد آباد کے مدرسہ میں بھی چند ماہ وسال تعلیم وتعلم کے فرائض انجام دیئے ہیں، ابراہیم پور کے ثمرہ اسکول میں بھی آپ نے چند ماہ قرآنی تعلیم کی خدمت دی ہے، یہ اسکول ماسٹر خورشید صاحب اتر محلّہ کی سعی ومحنت سے ترقی پذیر تھا، لیکن چند سال کی ترقی کے بعد زوال پذیر ہو گیا، اور اب مکمل

طور سے بند ہے، یہاں بہت سے طلبہ زیر تعلیم تھے۔

زندگی کے اہم معمولات

پوری زندگی درس وتدریس، تعلیم وتعلم، قال اللہ وقال الرسول اور دینی وعلمی خدمات کی ادائیگی میں صرف ہوگئی، قبولِ اسلام کے بعد احیاء العلوم مبارک پور میں حصول علم میں منہمک رہے، وہاں سے دارالعلوم دیوبند، پھر مظاہر علوم سہارن پور گئے، اور حضرت شیخ الحدیثؒ ودیگر اکابر سے علوم نبویہ کی تحصیل کے بعد فراغت حاصل کی، پھر دین کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر تدریسی سلسلہ کو اختیار کیا، اور حسب توفیق الٰہی ومشیت ایزدی مختلف مقامات پر تدریس سے وابستہ رہ کر نونہالانِ اسلام کی تعلیم وتربیت کرتے رہے، آخرکار رفتہ رفتہ عمر اپنے آخری مراحل تک جا پہونچی، اور آپ تدریس سے کنارہ کش ہو کر گھر پر مقیم ہو گئے، اور تلاوتِ قرآن، نماز، ذکر وتسبیح میں مشغول ہو کر وقت گزارنے لگے۔

آپ کی کثرت عبادت، ذکر وفکر اور نوافل وتہجد کا اہتمام بے مثال تھا، زہد وتقویٰ آپ کا وصف ثانی تھا، تلاوت قرآن کی بہت زیادہ کثرت فرماتے، اور ہمیشہ آخرت کے لیے فکرمند رہتے، قبر وحشر، جنت وجہنم اور آخرت کی گفتگو کیا کرتے، تواضع وانکساری، اخلاص وللّٰہیت اور خوف وخشیت الٰہی آپ کا امتیازی وصف تھا۔

گھر رہتے ہوئے مستقل نماز وتلاوت میں مشغول رہتے، روزانہ پانچ چھ گھنٹے تلاوت کرتے، مختلف سورتیں پڑھتے، اور روزانہ صبح وشام قبرستان جا کر اپنے پیش رَو بزرگوں کی خدمت میں سلام عرض کرتے، ایصال ثواب کرتے، دوپہر میں قیلولہ کرتے، عصر کے وقت قریبی رشتہ داروں کے یہاں چلے جاتے، اور وہاں بھی دین کی باتیں، قبر وحشر اور جنت کی باتیں کرتے، بچوں کے ساتھ شفقت ومحبت کا برتاؤ کرتے، خلوص ومحبت کے پھول ہمیشہ ان کے پاس ہوتے اور ان کی خوشبو سے ہمارے قلوب

معطر ہوتے، کبھی کبھی مبارک پورا اپنے جاننے والوں اور تعلق داروں کے یہاں چلے جاتے، کبھی خالص پور جبین پور اور ماہ پور کرہاں بھی جاتے اور اپنے جاننے والوں سے ملاقات کرتے، کرہاں اپنے والد بزرگوار کی قبر پر اکثر حاضری کے لیے جاتے، اسی طرح اپنے اساتذہ خصوصاً مفتی یٰسین صاحبؒ کی قبر کی زیارت کے لیے اکثر مبارک پور جاتے، علالت وضعیفی کے باوجود آپ عبادات، تلاوت اور نوافل نیز ذکر وتسبیح کی حد درجہ پابندی کرتے، اور ان کی اس جہد پیہم، ریاضت اور کثرت عبادت کو دیکھ کر ہمیں رشک ہوتا، آپ کے چہرے پر عبادات کا نور تھا، اور پیشانی سجدوں سے منور تھی۔

سانحۂ وفات

والد گرامی مولانا رحمت اللہ صاحب یوں تو ہمیشہ آخرت کے لیے فکر مند رہا کرتے تھے، اور ہمیشہ بلاوا آنے کے لیے تیار رہا کرتے تھے، والدہ مرحومہ کی وفات کے بعد آپ کی زندگی آخرت کے لیے مزید دو چند ہوگئی تھی، اور دنیا کے نشیب وفراز سے آپ کو کوئی تعلق باقی نہ رہا، پہلے سے قناعت، صبر اور زہد کی زندگی میسر تھی ہی، آخر عمر میں آپ کی زاہدانہ زندگی مزید قابل رشک تھی، صبح وشام مرنے کے بعد کے حالات، قبر کے حالات اور جنت کی نعمتوں کا ذکر آپ کی زباں پر ہوتا، تلاوتِ قرآن کے دوران ایسی آیات پڑھ کر آپ آبدیدہ ہو جاتے، اور روتے ہوئے ہم لوگوں بھی سمجھاتے جاتے، کہتے کہ ''یہاں سے جانے کے بعد ہی آرام ملے گا''۔

والدہ کی آخری نصیحت کو آپ اکثر یاد کر کے روتے: ''غلطی معاف کرو، تیاری کرو، رہنے کی جگہ نہیں ہے''، یہ جملہ دہراتے اور آبدیدہ ہو جاتے، کبھی کہتے کہ نانا اور امّاں جنت میں پہونچ گئے، آرام سے سو رہے ہیں، ہم کو وہیں جانا ہے، کسی جنازے میں ہوتے تو کہتے کہ ہماری بھی جنازہ پڑھ کر دفنا دینا، الغرض ''تیاری مکمل تھی، بس بلاوا آنے کی دیر تھی۔''

آپ کی زندگی ان ہی معمولات کے ساتھ گزرتی رہی، اور زندگی کے شب

وروز یادِ الٰہی میں بسر ہوتے رہے، گھر کے افراد، بھائی بہن اپنی استطاعت کے مطابق خدمات کی انجام دہی، اور آرام وراحت پہونچانے میں مشغول رہتے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نیک اور محبوب بندے کو بھی اپنے پاس بلانے کا ارادہ کر لیا، جس وقت کے آپ منتظر تھے، اللہ سے ملاقات کی آرزو، جنت اور وہاں کی نعمتوں کی آرزو، قبر کی راحت بھری زندگی کی آرزو، ۱۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۷؍ فروری ۲۰۱۷ء کو جمعہ کے روز فجر کی نماز کے وقت والد مکرم حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب، اللہ کو پیارے ہوگئے۔ **إنا لله وإنا إليه راجعون، اللهم اغفر له وارحمه وادخله في فسيح جناتك.**

نہ کوئی بیماری تھی، نہ پریشانی، عام دنوں کی طرح سارے معمولات مکمل کیے، نمازیں پڑھیں، ذکر وتسبیح میں مشغول رہے، شام کو گھر سے باہر ٹہلنے بھی گئے تھے، رات کا کھانا کھایا، ہلکی سردی لگ رہی تھی، پھر بدن پر کپکپی طاری ہوئی، بھائی عبدالرحمٰن نے لحاف وکمبل اوڑھا دیا، حالت میں خرابی دیکھ کر وہیں دعا کرنے لگے، سورہ یٰسین کا ورد کیا، فجر کی اذان ہوگئی، حالت نازک دیکھ کر بھائی نے کلمہ کی تلقین کی، آپ نے کلمہ پڑھا اور پڑھتے ہی رہے، بھائی نماز کے لیے گئے، آپ نے ہاتھ کے اشارے سے اجازت دی، اور کلمہ پڑھنے میں مشغول رہے، اسی دوران آپ کی روح پرواز کر گئی، نماز پڑھ کر جلد ہی بھائی آئے تو دیکھا کہ والد صاحب سفر آخرت پر جا چکے تھے۔ **إنا لله وإنا إليه راجعون.**

شام میں بہن دیکھنے آئی تھیں تو ان سے کہا تھا کہ جاؤ، آرام کرو، اور ایمان پر خاتمہ کی دعا کرو، اور صبح بروز جمعہ بوقت فجر ہی آپ ایمان کے ساتھ کلمہ پڑھتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

نماز جنازہ اور تدفین

جمعہ کا مبارک دن تھا، ہر جگہ اطلاع دے دی گئی تھی، سریاں اور پورہ دلہن میں

بھی اعلان ہوگیا تھا، شرعی حکم کے مطابق تجہیز وتکفین میں جلدی کی گئی، اور جمعہ کی نماز کے بعد دو بجے مولانا عبدالرحمٰن صاحب قاسمی امام جامع مسجد محلّہ دکھن ابراہیم پور کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔

نماز جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی، اتنی کثیر تعداد کم جنازوں میں دیکھنے کو ملتی ہے، یہ آپ کی مقبولیت ومحبوبیت کی علامت تھی، ابراہیم پور کے علاوہ قرب وجوار کے مسلمانوں کی کثیر تعداد جنازہ میں شریک تھی، جن میں علماء وحفاظ اور قراء وغیرہ بھی بڑی تعداد میں تھے، قرب وجوار کے مدارس کے نظماء واساتذہ اور طلبہ بھی شریک تھے۔ **فالحمد للّٰه علی ذلك**

نماز جنازہ سے فراغت کے بعد ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں آپ کو آپ کی آخری آرام گاہ میں حشر تک کے لیے سلا دیا گیا، دکھن محلّہ ابراہیم پور کے ضیاء اللہ بابا والے قبرستان، جہاں ہمارے نانا جان مولانا عبدالکریم صاحب اعظمیؒ، نانی جان اور ہماری والدہ مکرمہ اور دیگر اہل قرابت مدفون ہیں، وہیں ان ہی بزرگوں کے درمیان حضرت والد گرامی مولانا رحمت اللہ صاحب کو نمناک آنکھوں سلا دیا گیا۔

یآیتها النفس المطمئنة ارجعی إلی ربك راضیة مرضیة، فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی.

اللہ آپ کی مغفرت فرمائے، آپ کی قبر کو نور سے منور فرمائے، اپنے مقربین وصالحین بندوں میں شامل فرما کر زمرۂ اولیاء واتقیاء میں محشور فرمائے، ان کی لغزشوں پر اپنے عفو وکرم کا قلم کھینچ دے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے، اور اپنے قرب خاص کا مقام عالی مرحمت فرمائے۔ **رحمة اللّٰه علیه رحمة واسعة**

والد گرامی مولانا رحمت اللہ صاحب ہم سے رخصت ہوکر اپنے اصلی وطن پہونچ گئے، جہاں وہ ان شاء اللہ بہت آرام وراحت میں ہیں، "**إن رحمة اللّٰه قریبٌ من المحسنین.**"

اب صرف والد صاحب کی یادیں ہیں، در ودیوار سے ان کے نقوش ابھرتے دکھائی دیتے ہیں، ان کا جلوہ نگاہوں کے سامنے آتا ہے، اور رہ رہ کر دل کو ان کی جدائی کا صدمہ ہوتا ہے، آنکھیں ان کے فراق میں آنسو بہاتی ہیں، ان کی جدائی کا المناک صدمہ بھی ہے، لیکن ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں اور یہ سوچ کر صبر وسکون ملتا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت کے سائے میں ہیں، دنیا کی زندگی ختم ہونی ہے، آخرت کی دائمی زندگی ہی اصل ہے، اللہ ہمیں بھی آخرت کی فکر کرنے والا، اور قبر وحشر کی تیاری کرنے والا بنا دے۔ آمین

والد صاحب کی اولاد واخلاف اور ان کے حالات کا تذکرہ، والد صاحب کی تفصیلی سوانح ''تذکرۂ مولانا رحمت اللہ اعظمیؒ'' میں موجود ہے، یہ کتاب بھی ان شاء اللہ عنقریب شائع ہوگی۔

حبیب الاعظمی فاضل دیوبند

تحریر: ۱۱رصفر ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۹ رستمبر ۲۰۲۰ء شب منگل ۳۰:۱ بجے